ڈاکٹر عاصمہ غلام رسول

انچارج

شعبہ پنجابی گورنمنٹ کالج یونیورسٹی، فیصل آباد

جدید پنجابی شاعری میں عزم و ہمت

Punjabi Poetry is full of courage, strength and commitment. It teaches to compete cruelty, compression and injustice with bravery. Punjabi Poets describe the importance of unity, determination and dare. Punjabi poetry is a symbol of optimism and positivity in the society to step forward towards our goal. The article concludes that unity and faith is a great strength of man to get success in the world.

اللہ تعالیٰ نے انسان کو اشرف المخلوقات بنایا ہے۔اسے شعور کی نعمت دی ہے جس کی بدولت اس نے جان لیا ہے کہ وہ ہمیشہ اپنے آنے والے کل کے لیے پُر امید رہے اور مسلسل محنت و ریاضت، جدوجہد، ہمت و حوصلے اور بہادری کے ساتھ اپنے آج اور کل کو بہتر سے بہتر انداز میں گزارے۔اس دنیا میں بہت سے ایسے افراد ہیں جنہوں نے محنت، ہمت اور عزم کے ساتھ اپنی زندگیاں گزاریں اور رہتی دنیا تک اپنا نام زندہ کیا۔حدیث پاک ہے " الکاسب حبیب اللہ"[1] یعنی ہمارا دین بھی ہمیں ہمت، کام اور حوصلے کی تلقین کرتا ہے۔

انسان کو اللہ تعالیٰ نے اپنی فطرت کے اوپر پیدا کیا ہے اس لیے وہ بنیادی طور پر نیک اور صالح ہے۔لیکن کبھی کبھار اس کے خیالات و افکار میں شیطانیت کا غلبہ طاری ہو جاتا ہے جس سے وہ چور راستے تلاش کرتا ہے اور معاشرے میں بگاڑ پیدا کرتا ہے۔اسکے برعکس اگر انسان اپنی عقل سے کام لے تو وہ مشکل سے مشکل حالات میں بھی نہیں گھبراتا بلکہ عزم اور ہمت سے کام لے کر ہر طرح کے مسائل سے نکل آتا ہے۔اللہ تعالیٰ ہی ہے جو سب کا رازق اور مالک ہے۔اس نے انسان کو بے شمار نعمتوں سے نوازا ہے۔

دوسری جنگِ عظیم کے بعد سٹالن کی پالیسیوں نے روس میں ایسی پالیسیاں رائج کیں جس سے روس مزید تنزلی کا شکار ہو گیا۔روس کی عوام باقاعدہ طور پر ان پالیسیوں کے خلاف جہاد تو نہ کر سکی

لیکن اندر ہی اندر کڑھ ضرور رہی تھی۔ان حالات میں روس کے کچھ با شعور افراد نے مارکس کے نظریات میں اس روح کو اجاگر کیا کہ اس کائنات میں جو کچھ رب نے بنایا ہے وہ صرف انسان ہی کے لیے ہے اور اس میں ہی اسکی بہتری ہے۔جب انسان یہ سوچ لے کہ کائنات کی ہر شے رب نے اس کے لیے بنائی ہے تو وہ جی اٹھتا ہے۔اس کے اندر ایک ولولہ اور ہمت پیدا ہوتی ہے انسائیکلو پیڈیا میں ہے:

-"Everything for the sake of man and for the good of man[۲]"

"ہر چیز انسان کی خاطر بنائی گئی ہے اور انسان کی بہتری کے لئے بنی ہے۔"

پنجابی زبان و ادب کی شاعری پر بات کریں تو یہ کیسے ممکن ہے کہ صوفیاء کرام کا ذکر نہ ہو۔ پنجابی شاعری کی بنیاد ہی صوفیاء کرام نے رکھی اگر ہم ان کی شاعری کا جائزہ لیں تو ان کی ساری کی ساری شاعری میں ہمیں ہمت، ولولہ، جوش نظر آتا ہے۔اس کے علاوہ ظلم، نا انصافی اور استحصال کا مقابلہ جوان مردی سے کرنے کی نصیحتیں بارہا ملتی ہیں۔اس کے بارے میں ڈاکٹر میمن عبدالمجید نے کہا ہے:

"صوفیاء کرام سیاسی، سماجی، معاشی اور معاشرتی حالات کو تبدیل کرنے کے لیے انقلابی ذہن رکھتے ہیں۔وہ ظلم، جبر، استحصال ، انسانی اقدار کی پامالی اور شریعت کی پابندی کو نظر انداز کرنے پر تڑپ اٹھتے ہیں اور حالات کو بدلنے اور سیاسی دور سماجی انقلاب لانے کے لیے عملی جدو جہد کرتے تھے۔"[۳]

صدیوں کی غلامی اور تباہی کے نتیجے میں انسان اپنی پہچان کھو بیٹھا ہے ایسے معاشرے میں انسانیت نام کی کوئی چیز باقی نہیں ہے اس طرح کے معاشرے کی عوام میں عدم اعتماد، بے بسی اور بے چارگی جیسی صفات کا پیدا ہونا یقینی امر ہے۔لیکن آج کا شاعر اس طرح کے معاشرے میں بھی پُر امید ہے وہ اپنی قوم کو یہ پیغام دیتا ہے کہ اس نے ماضی میں بہت سے ایسے کام کیے ہوں گے جن کو یاد کر کے اس میں ہمت اور امید پیدا ہوتی ہے اور یہی کام ایک نیا ولولہ اور نیا جوش پیدا کرنے کی وجہ بنتے ہیں۔ایسے ہی ایک ہمارے شاعر اسماعیل بھٹی صاحب ہیں جو اپنی نظم میں آنے والے کل کو اچھا ہونے کی لیے پر امید دکھائی دیتے ہیں وہ اپنی نظم جس کا عنوان ہے " ڈر دا کیوں ایں" میں لکھتے ہیں:

ڈردا کیوں ایں

جو کل سی اوہ اج نہیں دسدا
جو اج اے او کل نہیں ہونا
اگے ویکھ توں ڈردا کیوں ایں (۴)

یہ حقیقت ہے کہ انسانی تاریخ کا ہر دور پچھلے دور کے خلاف بغاوت اور اپنی جگہ پر انقلاب اور ترقی کی راہ پر گامزن کرتا نظر آتا ہے ہر دور کا ادب اپنے زمانے کے اعتبار سے ترقی پسند امید اور حوصلے کا سبق دیتاچلا آیا ہے۔ ہمارا سماج صدیوں سے غلامی ہی کرتا چلا آرہا ہے کبھی مغل حکمرانوں کی غلامی اور کبھی انگریز کی غلامی۔ ان حالات میں ہمیشہ ہر معاشرے میں ادیب، شاعر کڑھتے نظر آتے ہیں وہ انسان کو انسانیت کا سبق دیتے ہیں اور انہیں یہ نصیحت کرتے نظر آتے ہیں کہ ہر قسم کے حالات میں حوصلے کا دامن نہیں چھوڑنا بلکہ آپسی لڑائی، جھگڑے اور فسادات کو ختم کر کے آپس میں اتفاق ، ہمت اور حوصلے کے ساتھ نہ صرف ہر طرح کے حالات پر قابو پایا جا سکتا ہے بلکہ ہر قسم کی جنگ بھی جیتی جا سکتی ہے۔ تاریخ گواہ ہے جس قوم میں اتفاق رہا ہے اس قوم کی تقدیر بدل گئی اور کامیابی و کامرانی اس قوم کا مقدر بنی۔ ہمت ، حوصلے اور پُر عزم رہنے کے لیے ڈاکٹر شوکت علی قمر نے کیا خوب کہا ہے:

نویاں رتاں نویاں ارماں نال ہنڈائیے
دکھ دی پیلی اندر سکھ دی فصل اُگائیے
روندیاں ہوکے بھر دیاں نہیں تقدیر بدلتی
اک مٹھ ہو کے تقدیراں دے مبر مکائیے(۵)

موجودہ دور میں معاشرتی قدریں جس طرح دم توڑتی جا رہی ہیں اس کے نتیجے میں انسان مایوسی، نا امیدی میں دو چار ہو جاتاہے۔ اور یہی مایوسی اور نا امیدی جب پورے معاشرے کی فضاء میں پھیل جاتی ہے تو انسان انسان سے نفرت کرنا شروع کر دیتا ہے وہ یہ خیال کرتا ہے کہ ہر شخص اس کا دشمن ہے کوئی بھی اس معاشرے میں اس کا سجن ہیں تو اس طرح کے حالات میں شاعر گھبرا اٹھتا ہے وہ معاشرے میں موجود لوگوں کو اس مایوسی اور نا امیدی اور بے حسی کو دیکھ کر کڑھتا ہے اور وہ لوگوں کو یہ پیغام دیتا ہے کہ معاشرے میں صرف محنت اور امید ہی ایسی صفات ہیں جن کو لے کر وہ چلیں

تو ہمارا معاشرہ مثالی معاشرہ بن سکتا ہے۔اس ضمن میں ڈاکٹر عادل صدیقی لوگوں کو معاشرے میں جینے کا ڈھنگ سکھاتے ہوئے لکھتے ہیں:

جینے اتھری وا وچ دیوا بالیا
زندگی دا بھیت اوہنے پالیا
اوکڑاں توں ڈر کے ہن کیہ جیونا
اوکڑاں دے نال متھا لا لیا(۶)

اس میں کوئی شک نہیں کہ آج کا انسان اپنے گریبان میں نہیں جھانکتا ہمیشہ ہر معاملے اور ہر مسئلے میں دوسروں کو مودرِ الزام کرتا ہے۔اس میں کوئی شک نہیں کہ معاشرے میں بہت سی برائیاں اس وجہ سے پیدا ہوتی ہیں کہ انسان دوسروں کی ٹوہ میں لگا رہتا ہے کہ وہ کیا کر رہا ہے اس کی سرگرمیاں کیا ہیں۔وہ کن دوستوں میں اٹھتا بیٹھتا ہے۔کیوں کہ ایسا کرنے سے ایک دوسرے کے بارے میں حسد اور بغض جیسے جذبات پیدا ہوتے ہیں۔اس لئے بہت یہ ہے کہ ہم اس قسم کی حرکتوں سے دور رہیں اور معاشرے میں دوسروں پر نظر ثانی کرنے کی بجائے یا دوسروں کی کردار کشی کرنے کی جگہ پہلے اپنے آپ کو دیکھیں کہ ہم کیا ہیں اور ہم کیا کر رہے ہیں۔جب انسان اپنا احتساب خود کرنا شروع کر دے تو یقین کریں کہ وہ دن دور نہیں جس دن دنیا میں ہمارا معاشرہ مثالی معاشرہ بن کر ابھرے گا۔ معاشرے میں اسی برائی کو ہمارے سو جھوان شاعر اکرام مجید نے اپنی شاعری میں بڑے خوبصورت لفظوں میں پرویا ہے وہ ہمیں نصیحت کر رہے ہیں کہ ہم دوسروں پر الزام تراشی کرنے کی بجائے یا پھر دوسروں پر نظر رکھنے کی بجائے خود اپنا احتساب کریں اور اپنے بارے میں خود فیصلہ کریں کہ ہم اپنے قول و فعل میں کتنے پاکیزہ ہیں:

ہوراں دی پڑچول مُکایئے
اپنے اندر جھاتی پایئے
دل توں وڈا کہڑا منصف
تکڑی دل دے ہتھ پھڑایئے(۷)

جہاں سائنس نے انسان کی زندگی کو بے شمار سہل کر دیا ہے اسے وہ آسانیاں دی ہیں جس کا

آج سے ایک صدی پہلے انسان سوچ بھی نہیں سکتا تھا لیکن ان آسانیوں اور سہولتوں کے بدلے میں انسان کے رویئے اس کا برتاؤ، اس کا رہن سہن بھی ایک مشین کی مانند ہو گیا ہے۔ دیکھنے میں آیا ہے کہ معاشرے میں موجود لوگوں میں احساس و جذبات نام کی کوئی چیز ہی نہیں رہی۔ ہر انسان زندگی کی بھاگ دوڑ میں مصروف ہے شہری اور صنعتی معاشرے نے لاکھوں انسانوں کی زندگی میں غربت اور استحصال کا ایسا زہر گھول دیا ہے جس کی جڑیں بہت مضبوط ہو گئی ہیں ان حالات میں افضل ساحر جیسا حساس شاعر نہ صرف کڑھتا ہے بلکہ وہ اس خواہش کا اظہار کرتا ہے کہ معاشرے میں ہر فرد کو دوسروں کے لئے جینا چاہیے جب معاشرے میں انسان یہ عزم لے کر چلے کہ اس نے دوسروں کے لیے آسانی باٹنے والا بننا ہے تو ایسا کرنے سے معاشرے میں کوئی بھی برائی نہ رہے گی۔ انسان کو صرف انسانیت کی نظر سے دیکھنے کا رواج ہو اور انسان دوسروں کے ساتھ محبت، ہمدردی اور پیار بھر اسلوک کرے۔ انسانی مسئلوں اور مشکلات میں تنگ نظری اور تنگ دلی کا مظاہرہ نہ کرے اس کے لیے وہ سب سے پہلے اپنے آپ کو تیار کرتا ہے کہ وہ چاہتا ہے کہ وہ خود معاشرے میں موجود لوگوں میں اس طرح آسانیاں بانٹے جیسے ماں اپنے بچوں کے لیے کرتی ہے:

میں باجھوں میں امرت ہوواں
سبھ دی پیاس بجھاواں
جیون نوں سکھ ایویں دیواں جیوں
ماواں دین دعاواں(۸)

یہ سچ ہے کہ جھوٹ ایک لعنت ہے جب کہ سچ ایک ایسی نعمت ہے جس سے انسان نہ صرف معاشرے میں بلکہ اللہ کے ہاں میں سر خرو ہوتا ہے۔ ہمارا مذہب بھی ہمیں سچ بولنے کی ترغیب دیتا ہے۔ قرآن مجید میں سچ کے بارے میں " ومن اصدق من اللہ حدیثا'(۹)' اور اللہ تعالیٰ سے کس کی بات سچی ہے۔" اس آیت سے ہم سچ کی اہمیت کا اندازہ کر سکتے ہیں کہ سچ تو ظلم کے گھپ اندھیروں میں روشنی کا کام کرتا ہے۔ اس لیے ہمارا شاعر اپنی نظم جس کا عنوان ہے "سچ دا لاڑھا" میں کہتے ہیں کہ: سچ کے ذریعے سے معاشرے میں پھیلی برائیوں کا خاتمہ کریں کیوں کہ بہت سارے لوگ سچ کی بنیاد پر اپنی زندگی کی راہیں ہموار کرتے ہیں:

سچ تاں اک خوشبو اے بھلیو
سچ نوں کیہڑا کوہ سکدا اے
ایسے کر کے
سچ دے تنبو تانن والا
جثہ دے کے
جگ دے اندر
خوشبو ونڈ گیا(۱۰)

قوموں کی ترقی کا راز ان کی محنت میں چھپا ہوتا ہے۔انسان مل کر محنت کریں تو نہ ممکن بھی ممکن ہو جاتاہے اس دنیا میں ناممکن تو کچھ بھی نہیں صرف اس کام کی نوعیت کو سمجھنے کی ضرورت ہوتی ہے جو افراد یا قومیں اس بات کو سمجھ لیتی ہیں وہ ہی منزل کو پا لیتے ہیں۔اس لیے حاتم بھٹی صاحب بھی اپنے ملک کے حالات کے پیش نظر اس بات کی طرف اشارہ کرتے ہیں کہ اگر انسان ہمت اور عزم سے کام لیں اور نیک نیتی سے کام کریں تو ہمارے ملک کا شمار بھی ترقی یافتہ ملکوں میں ہو سکتا ہے آپ لکھتے ہیں:

کردے نیں خوشحال وطن نوں محنت نال جیالے
تک تک کے لہراوندیاں فصلاں مہکن جدوں بہاراں(۱۱)

اس قوم کو کوئی پچھاڑ نہیں سکتا جو ایک جھنڈ کے سائے میں کھڑی ہو یہاں بات ایک طبقے یا ایک علاقے کی نہیں۔جب تک وہاں کے رہنے والے تمام لوگوں کی آواز اور منزل ایک ہو تو اس کی طرف دشمن بھی دیکھنے سے پہلے سو بار سوچتا ہے۔اسی بات کو ذہن میں رکھتے ہوئے اتحاد، ہمت اور عزم اور ملک کو ترقی کی راہ پر گامزن کرنے کے لیے راستے میں جو بھی رکاوٹیں در پیش آتی ہیں ان کو وہ نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔شاعر کو اس بات کی تکلیف ہے کہ ملک میں بسنے والے افراد کے ذہنوں میں اتحاد کو ختم کرنے کے لیے چپے چپے میں عقیدے، زبان، رنگ ، نسل اور علاقائی بارودی سرنگیں بچھا دی ہیں۔گلوب لائزیشن کے نام پر لوگوں میں آزادی، اتحاد، امن اور پیار و محبت کی راہ سے دور کرنے کے لیے ہمارے رہنمائوں نے ایسا جال بچھایا ہے جن میں پھنس کے انسان اصل مسئلوں سے

دور نکل جاتاہے۔اس لیے حاتم بھٹی ان حالات کے پیش نظر انسانوں میں اتحاد کے پرچار پر زور دیتے ہوئے کہتے ہیں:

دشمن کدے نہیں پیر اکھیڑ سکدا
اپنیاں صفاں وچ جے کر اتحاد رکھیے
موڈھے جوڑ کے جیکر کھلو جائے
سبھے مشکلاں نیں ہونا حل آپے[۱۲]

اگر انسان ہمت اور مضبوط عزم پر کھڑا ہو تو وہ بڑی سے بڑی مشکل کا مقابلہ بڑی آسانی سے کر سکتا ہے۔اس کے لیے ہمارا شاعر ہمیں اسلام کا سب سے بڑا تاریخی واقعہ کربلا کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ کس طرح حضرت امام حسینؓ نے یزید کی فوج کا ڈٹ کر مقابلہ کیا اور کیسے جابر حکمران کے سامنے کلمہ حق کا اعلان کیا۔اگر آج کے انسان اپنے مذہب سے ہی کچھ سیکھیں اور حضرت امام حسینؓ والا عزم لے کر چلیں تو اس میں کوئی شک نہیں کہ رہتی دنیا تک اس کا نام رہے گا۔

عزم حسینی لے کے جیڑے پیر اگیر دھردے
دنیا اتے جیوندے نیں اوہ لوک مثالی بن کے[۱۳]

انسان کو ہمت حوصلہ بلند رکھنے اور ہر حال میں پُر عزم رہنے کا درس دیا گیا ہے۔اللہ تعالیٰ نے ہمیں با مقصد پیدا کیا ہے۔ہر انسان کے اندر کوئی نہ کوئی گن چھپا ہوتا ہے جسے وہ سمجھ نہیں پاتا مگر جب اسے اس کا احساس ہوتا ہے تو وہ کامیابی کی طرف جانے لگتا ہے کچھ لوگ یہ سوچ کر ہار کر بیٹھ جاتے ہیں کہ شاید میرے لئے اس دنیا میں کچھ ہے ہی نہیں جیسے نا امیدی کہا جاتاہے۔بلکہ یوں کہیے کہ انسان کو کسی صورت بھی نا امید نہیں ہونا چاہیے کیوں کہ حرکت میں برکت ہے قیصر فیصل آبادی کے نزدیک انسان ہمت و عزم سے کام لے تو زندگی کے اگلے پل بہت ہی آرام و سکون سے گزر سکتے ہیں:

سانوں پہل تے کرنی پینی حرکت دی
آوندی گھڑی نصیباں دے وچ برکت دی[۱۴]

پنجابی زبان و ادب سے تعلق رکھنے والے بڑے بڑے شعراء ہمیشہ سے لوگوں کو جتن کرنے ہمت کرنے اور آگے بڑھنے کا درس دیتے آئے ہیں۔انسان کو خود میں ایسا جنوں اور دلیری سے کام لینے

کا درس دیا ہے کہ کوئی بھی اس کے ارادے پست نہ کر سکے۔رانجھا اور مرزا ہمارے پنجاب کی داستانوں کے مشہور کردار ہیں۔موجودہ معاشرے کے حالات کو دیکھتے ہوئے منیر نیازی کُڑھتے ہیں اور وہ ہمیں ان داستانوں کے مرکزی کردار کے ذریعے ہمت اور عزم سے کام کرنے کا درس دیتے ہوئے یوں کہتے ہیں:

پھڑ مرلی اُو رانجھیا کڈھ کوئی تکھی تان
مار کوئی تیر اوئے مرزیا، کھچ کے ول آسمان(۱۵)

حوالہ جات

۱۔ ابو حامد، امام غزالی، کیمیائے سعادت، لاہور: شبیر پبلیشرز، ص۲۷۸

۲۔ Great Soviet Encyclopedia (3rd Edition), Vol.7, Macmillan educational Corporation, New York. USA, 1975, page.551 ۔

۳۔ عبدالمجید، میمن، ڈاکٹر، پاکستان میں صوفیانہ تحریکیں، سنگِ میل پبلی کیشنزلاہور، ۱۹۹۴ئ،ص۳۲

۴۔ اسماعیل بھٹی، گکھ دا شوق، نیو ڈائریکشنز پبلیکیشنلاہورز ۱۹۸۹ء ، ص۷۰

۵۔ شوکت علی قمر، ادارہ پنجابی زبان تے ثقافت، لاہور، نومبر ۲۰۰۰ئ، ص۱۱۱

۶۔ عادل صدیقی، ڈاکٹر، سدھراں دے پرچھانویں، پنجابی فائونڈیشن لاہور، ۲۰۱۴ئ،ص۱۲۳

۷۔ اکرام مجید، تتے دا روگ، الرفیق اصفہانی پرنٹنگ پریس فیصل آباد، ۱۹۸۴ئ، ص۱۴۳

۸۔ نال سجن دے رہیے /افضل ساحر، سانجھ پبلیکیشنزلاہور، ۲۰۱۱ئ، ص۸۰

۹۔ سورۃ النساء ، آیت ۸۷

۱۰۔ میریاں نظماں، حنیف باوا،مثال پبلشرز، فیصل آباد، ۲۰۱۶ئ، ص۵۵۔۵۴

۱۱۔ حاتم بھٹی، حرفاں ہار پروئے، الحمد پبلیکیشنز،لاہور ۱۹۹۸ئ، ص۵۹

۱۲۔ ایضاً،ص ۴۷

۱۳۔ دلشاد احمد حسین، موم دا سورج ، لاہور: اکبر اکیڈمی، ۲۰۰۹ئ، ص۱۳۳

۱۴۔ قیصر فیصل آبادی، نت اڈیکاں، سنگت پبلیکیشنز،فیصل آباد، ۲۰۱۱ئ، ص۱۰۰

۱۵۔ منیر نیازی،کُل کلام ،خزینہ علم و ادب ، لاہور: ۲۰۰۲ئ، ص۱۶۲